مغرب کا حقیقی چہرہ

اے وان رڈلی

طالبان کی قید سے رہائی کے بعد قرآن کا مطالعہ کر کے اسلام قبول کرنے والی برطانوی صحافی اے وان رڈلی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ جماعت اسلامی کے اجتماع عام (۲۴-۲۶ اکتوبر ۲۰۰۸ء) کے موقع پر لاہور تشریف لائی تھیں۔ انھوں نے ترجمان القرآن کے لیے خصوصی انٹرویو دیا جو پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں کئی موضوعات ہیں اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایمان کس طرح نقطۂ نظر تبدیل کر دیتا ہے۔ مغرب کی صاحبِ ایمان عورت ہمارے 'سیکولر' مسلمانوں کو شرم دلا رہی ہے۔ نور اسلم خان نے یہ انٹرویو لیا اور اس کا ترجمہ کیا۔ (ادارہ)

سوال: آپ اس وقت کن کاموں میں مصروف ہیں؟

جواب: میں اس وقت 'دہشت گردی' کے خلاف جاری جنگ کے موضوع پر دو دستاویزی فلمیں بنا رہی ہوں۔ ایک فلم بدنام زمانہ امریکی قید خانے 'گوانتا نامو' پر مبنی ہے جس کا نام ہے Inside Wires۔ اس کے لیے میں امریکی حکومت کی ممنون ہوں کہ جس نے نہ صرف مجھے چار دنوں کے لیے گوانتانامو بے کے اس قید خانے میں جانے کی اجازت دی بلکہ سب سے اہم بات یہ تھی کہ باہر بھی آنے دیا! دوسری دستاویزی فلم میں فلم ساز حسن غنی (پاکستانی نژاد برطانوی صحافی جو برطانیہ میں ایک اسلامی ٹی وی چینل کے ساتھ کام کر رہے ہیں) کے ساتھ بنا رہی ہوں جس کا موضوع ہے: 'قیدی نمبر ۶۵۰' جس کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ وہ ایک پاکستانی عورت ہے جس کو دو سال تک بغیر کسی الزام اور مقدمے کے، بگرام میں رکھا گیا۔ اگر گواہان کی گواہی پر یقین

کیا جائے تو ان کو قید کرنے والے امریکیوں نے قواعد وضوابط کے برعکس نہ صرف ان کی بار بار عصمت دری اور توہین کی، بلکہ ان کے ساتھ مسلسل غیر انسانی سلوک بھی روا رکھا۔ اس قیدی عورت کو بالکل اس طرح کے ماحول میں رکھا گیا جس میں مرد قیدیوں کو رکھا جاتا ہے، ان کو ایسے کھلے بیت الخلا استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا جس کو مرد بھی استعمال کرتے رہے، ایک ایسا بیت الخلا جس میں نہ تو کوئی دروازہ ہوتا تھا اور نہ پردہ کرکے اپنے آپ کو ڈھانکا جاسکے۔ غسل کرنے کے لیے بھی ایک ایسی جگہ دی گئی، جس کے گرد نہ تو کوئی پردہ تھا، اور نہ کوئی پرائیویسی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان عورت تو کیا، کسی بھی عورت کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا انسانیت کی توہین ہے۔ ہم کوشش کررہے ہیں کہ اس مظلوم عورت کو تلاش کرسکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی جاننے کی کوشش کررہے ہیں اور امریکیوں سے بھی یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ دیگر 'جنگجو دشمن خواتین' (جیسا کہ یہ انھیں کہتے ہیں) کو کہاں رکھا گیا ہے؟ کن کن ممالک سے ان کا تعلق ہے؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کا سلوک صرف پاکستانی خواتین تک محدود نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ، افریقہ اور ایشیا کے دوسرے ممالک کی خواتین بھی اس طرح کی صورت حال سے گزر رہی ہیں۔

●آپ نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ اسلام سے متاثر ہوئیں یا اسلام کے ماننے والوں سے ؟

●● میں نے اپنا عقیدہ بدلنے کا فیصلہ اس قت کیا جب میں نے قرآن کو پڑھا اور سمجھا۔ مسلمانوں کو سمجھنے کا مرحلہ تو اسلام قبول کرنے کے بعد شروع ہوا۔

●کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اسلام ، مغرب اور اس کے طرز زندگی کے لیے ایک خطرہ ہے ؟ اگر نہیں تو اہل مغرب اور ان کی قیادت کے لیے اسلام کے پاس کیا پیغام ہے ؟

●● اسلام سے زمین کے کسی بھی حصے کو خطرہ نہیں۔ اسلام نہ صرف یہ کہ خود امن اور آشتی کا مذہب ہے بلکہ یہ ایک ایسا دین ہے جو امن اور برداشت کی تعلیم بھی دیتا ہے، تاہم مسلمان اس قدر بھی امن پسند (pacifist) نہیں۔ لوگ ہم سے یہ توقع نہ رکھیں کہ ایک ایسی صورتحال میں بھی ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش تماشائی بن کر رہ جائیں جب ہماری سرزمین کی حرمت پامال کی

جا رہی ہو، ہمارے لوگوں پر حملے ہو رہے ہوں، ہمارے بچوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہو، ہماری عورتوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہوں، اور ہمارے مردوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہو۔ ایسی حالت میں ہم کیسے خاموش رہ سکتے ہیں؟ اسلام ظلم اور ظالم کے مقابلے میں امن کا علم اٹھانے کی تعلیم بالکل نہیں دیتا۔

آج اگر کسی طرف سے ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے تو وہ کسی اور کی جانب سے نہیں بلکہ مغرب کی طرف سے ہو رہی ہے۔ میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں کہ مسلمان مغربی ممالک پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ مسلمان آج کسی مغربی ملک پر قابض ہو چکے ہوں بلکہ اس کے برعکس میں جو کچھ دیکھ رہی ہوں وہ یہ ہے کہ امریکا، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک کی افواج آج عراق پر قابض ہیں، افغانستان پر قابض ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب نہ صرف یہ کہ فلسطین پر ہونے والے قبضے کو جائز مان رہا ہے بلکہ قابض کی ہر طرح سے معاونت بھی کر رہا ہے۔ ان حالات میں، میں یہ کیسے مان سکتی ہوں کہ ہمارے دشمن یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ اسلام سے مغرب یا ان کی تہذیب اور طرز زندگی کو کوئی خطرہ ہے۔ چیچنیا، فلسطین، کشمیر، افغانستان اور اب عراق جیسے علاقوں میں تو کئی سالوں سے جہاد جاری ہے اور پوری دنیا سے مسلمان نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد جوق در جوق اس جہاد میں حصہ لینے کے لیے آ رہی ہے۔ میرے علم میں تو یہ بات کبھی نہیں آئی کہ یہ نوجوان نیویارک، برطانیہ یا یورپ پر حملہ کرنے کے لیے کبھی جمع ہوئے ہوں، اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ مغرب یا اس کے طرز زندگی کو ان جہادیوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

● آپ کے خیال میں عالم اسلام کے خلاف مغربی قیادت کی طرف سے جاری الزامات اور زیادتیوں کا سلسلہ کب ختم ہو گا؟

●● میرے خیال میں مغرب کو آج اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ وہ برداشت اور تحمل کا مطلب سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں بھی زیادہ جاننے کی کوشش کرے تاکہ وہ یہ دیکھ سکے کہ اسلام اس کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ اگر مغرب کی قیادت اپنے ممالک کی بھلائی اور خیرخواہی کے حوالے سے اپنے ارادوں میں سچی ہوتی، تو وہ یہ ضرور جان لیتے کہ اسلام تو ان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک بہت بڑا معاون اور مددگار ہے نہ کہ ایک ایسی چیز جس سے ڈرا

جائے۔ باعمل مسلمان نہ تو شراب پیتے ہیں اور نہ منشیات استعمال کرتے ہیں۔ صحیح مسلمان قانون کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں، وہ بہت مفید اور اعلیٰ شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ ایک مسلمان اللہ کی خوشنودی کے لیے جتنے بھی کام کرتا ہے وہ سارے کام تو ایک انسان کو کمال (perfection) کی طرف لے کر جانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دواسازی، قانون، انجینیری اور سائنس کے شعبوں میں کافی نام کما چکے ہیں۔ اگر آپ مغرب کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو ایک طرف رکھ کر تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو کئی عظیم مسلمان موجد ملیں گے، ان کی عظیم ایجادات ملیں گی اور کئی ایسے سائنسی سنگ میل ملیں گے جن کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی۔ بدقسمتی سے مغرب نے ان شعبوں سے متعلق پوری تاریخ نئے سرے سے لکھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب کو ریاضی اور سائنس مسلمانوں سے ملی ہے، مغرب میں نظر آنے والی ان عالیشان عمارتوں کی تعمیر کا یہ فن مسلمانوں کے علاقوں سے وہاں پہنچا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود یورپ کے اندر نشاتِ ثانیہ کی جو تحریک اٹھی، اس کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی تھی۔

●مغرب کی قیادت کی طرف سے جاری ان زیادتیوں کے جواب میں مسلم دنیا کی طرف سے دو طرح کا رد عمل سا منے آرہا ہے۔ ایک ردعمل حکمران طبقے کی طرف سے ہے جو ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، اور ایک ان جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے ہیں جو گلی محلے کی سطح پر عوام کی نمایندگی کرتے ہیں مگر ان کو ایک پالیسی کے تحت قومی دھارے میں شامل ہونے سے روکا جارہا ہے- دونوں کے ردعمل کو آپ کس نظر سے دیکھتی ہیں؟

●● جس کردار کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں، یہ وہ کردار ہے جو ہم آج عرب حکمرانوں کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ [اب تو پاکستان کے حکمرانوں نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے]۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے امریکا کے اشاروں پر ناچتے ہوئے، عراق کو پلیٹ میں رکھ کر دشمن کے سامنے پیش کیا۔ یہی وہ لوگ تھے کہ جب لبنان پر کارپٹ (چپے چپے پر) بم باری ہو رہی تھی تو انھوں نے نظریں دوسری جانب پھیر لیں۔ یہی وہ عرب حکمران ہیں کہ جب فلسطین پر حملے ہوتے

ہیں تو یہ اس سے بھی مسلسل چشم پوشی کرتے ہیں۔ یہ عرب حکمران اپنے عوام کی جذبات کی ترجمانی نہیں کرتے، میں کہتی ہوں کہ یہ عوام کی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر یہ ان کی خدمت کا کوئی طریقہ تو نہیں۔ ان میں اکثریت ان حکمرانوں کی ہے جو مغرب کی حمایت کی وجہ سے اقتدار کی ان ایوانوں میں پہنچے ہیں اور اس کے عوض یہ ان کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتے ہیں۔ میں تو یورپ اور امریکا کے اشاروں پر ناچنے والے ان حکمرانوں سے یہ کہنا چاہوں گی اور میری یہ بات ان کو کبھی بہت یاد بھی آئے گی کہ امریکا تو ایک ایسا بے وفا دوست ہے جو بہت جلدی بھول جاتا ہے۔ امریکا تو صدام حسین کا بھی بہت اچھا دوست تھا۔ دیکھو اس کا کیا انجام ہوا؟ (صدام کے دور میں) کُردوں نے بھی امریکا پر بہت زیادہ انحصار کیا، مگر انھیں کیا ملا؟ آج پھر ان کے ساتھ وہی کچھ دوبارہ ہونے والا ہے۔ امریکا نے عراق کے جنوب میں رہنے والے شیعہ مسلمانوں سے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ صدام کے خلاف ان کی مدد کرے گا اور جب وہ بالآخر صدام کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے تب انھیں امریکی حمایت اور اسلحے کے لیے ترسنے کے سوا کچھ نہ ملا۔ امریکا کی طرف سے مدد اور اعانت کے وعدے نہ ہوتے تو وہ اس انقلاب اور تبدیلی کے لیے کبھی نہ اٹھتے۔ بہرحال دنیا نے دیکھا کہ امریکا نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور اس سلسلے میں جتنے بھی وعدے کیے تھے نہ صرف اس سے صاف مکر گیا بلکہ اسلحہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔ امریکا کے ساتھ دوستی ایک غیر یقینی بات اور سعی لاحاصل کے سوا کچھ نہیں۔ میں مسلمانوں کے ان حکمرانوں سے کہنا چاہوں گی کہ اگر آپ شیطان کے ساتھ ناچنے پر مُصر ہیں تو ذرا ماضی پر نظر ڈال کر پیچھے بھی دیکھ لیں کیونکہ مشہور قول ہے کہ کتے کے ساتھ لیٹنے والے اپنے ساتھ کتے کی جوئیں لے کر اٹھتے ہیں۔ پس یہ عرب حکمران اپنے عوام کی نمایندگی نہیں کرتے۔ یہ محض اپنی خواہشات اور ذات کی ترجمانی کرتے ہیں اور ان کا انجام بھی ماضی کے ڈکٹیٹروں سے مختلف نہیں ہوگا۔ سب کو معلوم ہے کہ آمرات کو بستر میں آرام کی نیند نہیں سو سکتے۔

میں نے اگست میں کچھ وقت غزہ میں گزارا۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گی کہ اگر حماس کل انتخابات میں حصہ لیں تو وہ جیت جائیں گے۔ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ آج غزہ میں ایک عام آدمی کو جس تکلیف اور کرب کا سامنا ہے، وہاں کی قیادت بھی اسی درجے کی

تکلیف اور اذیت سے دوچار ہے۔ جن لوگوں نے حماس کو ووٹ دیا تھا، وہ یہ بات سمجھتے ہیں کہ حماس کی قیادت اور ان کا طرزِ زندگی ایک عام آدمی کے طرزِ زندگی سے قطعاً مختلف نہیں۔

یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ آخری شرق اوسط سربراہ کانفرنس میں، جس میں حماس کے وزرا بھی شریک ہونے کے لیے گئے تھے، دیگر عرب ممالک کے وزرا تو ایسے ہوٹلوں میں ٹھیرے جہاں ایک کمرے کا ایک رات کا کرایہ ایک ہزار امریکی ڈالر تھا، جب کہ حماس کے لوگ ایسے ہوٹل میں ٹھیرے جس کے کمرے کا کرایہ صرف ۷۰ امریکی ڈالر تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی مشکلات سے آگاہ ہیں اور ان مشکلات کو کم کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان شاء اللہ آیندہ انتخابات میں حماس بھرپور طریقے سے فتح یاب ہوگی۔

● باراک اوباما نے دھمکی دی ہے کہ وہ اقتدار سنبھالنے کے بعد پاکستان کو نشانہ بنائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ برطانیہ کے عوام اس کھیل کا حصہ نہیں بنیں گے- برطانیہ کی حکومت کو جو اب تک کے پورے کھیل میں امریکا کے اشاروں پر کھیل رہی ہے، آپ ایک برطانوی شہری اور ایک مسلمان کی حیثیت سے پاکستان کے حوالے سے کیا مشورہ دینا چاہیں گی؟

●● میں تو یہ کہوں گی کہ برطانیہ کی قیادت کو اپنے عوام کی رائے کا احترام کرنا چاہیے اور ان کی بات ماننی چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کی جو ان کو اپنے ووٹ کے ذریعے منتخب کرواتے ہیں۔ اب ہماری قیادت لوگوں کی بات سننا چاہے گی یا نہیں، یہ ایک الگ بات ہے، تاہم جہاں تک باراک اوباما اور مکین کا تعلق ہے تو دونوں میں سے کوئی بھی امریکا کا صدر منتخب ہو، میں ان دونوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتی کیونکہ دونوں ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں۔ میں عام لوگوں کی طرح باراک اوباما کے حوالے سے کسی خوش فہمی کا شکار نہیں۔ پاکستان کے حوالے سے ان کی بیانات کو اگر عملی جامہ پہنایا جاتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہوگا۔ امریکی الیکشن جوں جوں قریب آرہا ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ امریکی میڈیا سمیت بی بی سی بھی اس انتظار میں ہے کہ اسامہ بن لادن کب منظرِ عام پر آتے ہیں اور کس کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالتے ہیں اور پھر امریکی عوام اس پر

کس طرح اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ میں یہ جان کر حیران ہو جاتی ہوں کہ آپ اپنے صدر کے انتخاب کا فیصلہ ایک ایسے شخص سے کیوں کروانے جا رہے ہیں جو افغانستان کے کسی غار میں چھپا ہوا ہے۔

● آپ کے خیال میں مشرق اور مغرب کے درمیان تہذیبی تصادم کی وجہ سے جو خلیج پیدا ہوئی ہے اس کو پاٹنے اور دونوں تہذیبوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کون سی حکمت عملی اپنائی جاسکتی ہے؟

●● کون سا تہذیبی تصادم؟ تہذیبی تصادم کے لیے تو دو تہذیب یافتہ ممالک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام تو بلاشبہ ایک تہذیب رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں امریکا کا اپنے آپ کو تہذیب یافتہ سمجھنا تو دُور کی بات ہے، ان کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تہذیب یافتہ کس کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے جگہ جگہ کارپٹ بم باری کی، آزادیوں کو سلب کیا، انسانی حقوق کو پامال کیا۔ بش انتظامیہ نے (جنگ کے قواعد وضوابط پر مبنی) جنیوا کنونشن کو پاؤں تلے روند دیا، انھوں نے بین الاقوامی قوانین کو نظرانداز کیا، وحشت پر مبنی تعذیب کے نت نئے طریقے اختیار کیے اور گوانتانامو بے اس کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ انھوں نے جھوٹ بول کر عراق پر ناجائز حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۱۰ لاکھ سے زائد بے گناہ عراقی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ۲۰ لاکھ عراقی ملک کے اندر بے گھر ہوئے اور ۲۰ لاکھ ملک سے باہر شام اور اردن کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اس کو کسی بھی طور پر کامیابی نہیں سمجھا جاسکتا۔ خود امریکا کے اندر ڈیٹرایٹ میں کالے لوگوں کی اوسط عمر (life expectancy) بنگلہ دیش میں رہنے والے لوگوں کی نسبت کم ہے۔ امریکا میں ڈیڑھ کروڑ لوگوں کو صحت کی بنیادی سہولیات میسر نہیں، ۲۰ لاکھ سے زائد امریکی جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ یہ دنیا بھر میں کسی بھی ایک ملک کے اندر جیلوں میں رہنے والی سب سے بڑی تعداد ہے۔ یہ سب نشانیاں کسی تہذیب یافتہ ملک کی تو نہیں۔ صرف ۲۰ فی صد کے قریب یا ۲۰ فی صد سے کم امریکیوں کے پاس پاسپورٹ ہوتے ہیں۔ ایک طرف امریکا کی فوج عراق پر حملے کی تیاری کر رہی تھی، دوسری طرف اس کا صدر (جارج بش) دنیا کے نقشے پر عراق کو تلاش نہیں کر سکا۔ یہی سوال جب عام امریکیوں سے پوچھا گیا تو ۱۰ میں سے

۹ امریکی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکے۔ سب سے پریشان کن بات تو یہ تھی کہ ۱۰ میں سے ایک امریکی نقشے پر خود اپنے ملک امریکا کو تلاش نہیں کر سکا۔

● مغرب کی سیاسی قیادت پچھلے ۱۰۰ سال سے ایک صہیونی اقلیت کے ہاتھوں میں یرغمال بنی ہوئی ہے، جس کے نتیجے میں آج پوری دنیا تباہی اور بربادی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ آپ مغرب کی سیاسی قیادت کو کیا مشورہ دینا پسند کریں گی کہ وہ اس شکنجے سے کیسے باہر آسکتی ہیں؟

●● مغرب اور ان کی قیادت کو بھول جایئے۔ ان لوگوں کو نہ تبدیل ہونا ہے اور نہ کچھ کرنا ہے۔ یہ تبدیلی ہم عوام کو لانی ہے۔ جب عوام رہنمائی کریں گے تو قائدین پیچھے چلیں گے۔ اسرائیل کی طرف سے ہمارے ساتھ بہت بے انصافیاں اور زیادتیاں ہوئی ہیں اور اب تو اسرائیل نے تباہی کے اس راستے کا خود انتخاب کیا ہے جس پر چلتے چلتے اس نے بالآخر خود ہی مٹ جانا ہے۔ اسے بہت جلد ایک حصار میں گھر جانا ہے اور ایک دوسری قوت کے ہاتھوں زمین کے نقشے سے مٹ جانا ہے۔ یہ اپنے آپ کو خود بھی تباہی سے دوچار کرنے والا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ۵۰ ہزار سے زائد غیر قانونی یہودی آبادکاروں کے اشتعال اور غصے کا رخ اب خود اسرائیل کی پولیس اور شہریوں کی طرف مڑ چکا ہے۔ یہ لوگ ان کے قابو سے باہر ہو رہے ہیں اور بالآخر انھوں نے اندر ہی اندر پھٹ جانا ہے۔ مغرب کی قیادت سے کوئی توقع مت رکھیے کہ وہ فلسطین یا مسلمانوں کے لیے کچھ کرے گی۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انھوں نے پہلے بھی کچھ نہیں کیا اور اسرائیل کو روکنے کے معاملے میں بھی بے کار ثابت ہو چکے ہیں۔ ماہ اگست میں میں نے دنیا بھر سے امن کے لیے کام کرنے والے ۴۰ دیگر افراد کے ساتھ مل کر غزہ تک کشتیوں کے ذریعے سفر کیا اور اسرائیل کی جانب سے غزہ کے محاصرے کو توڑ دیا، اور یہی وہ ایک طریقہ ہے کہ پُرامن طور پر اس کام کو تکمیل تک پہنچایا جائے اور اس کے لیے کسی قیادت کا نہ تو انتظار کیا جائے اور نہ ان کی طرف ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یوں قیادت کو بالآخر ہمارے ساتھ آملنا ہے۔ ہم کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا ہے اور قیادت کو ایجنڈا دینا ہے (دنیا کو صہیونیت سے نجات دلانے کا) نہ کہ ان کے ایجنڈے (اسرائیل

کو تحفظ دینے کا) کو آگے لے کر جانا ہے۔

● ایک نو مسلم عورت ہونے کے ناطے ، کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اسلام عورت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی باگ ڈور خود سنبھال کر آزادی سے فیصلے کرے؟ نیز ایک عورت کے لیے اسلام کی دی ہوئی آزادی اور مغرب کی دی ہوئی آزادی ، میں کیا فرق ہے؟

●● میں یہ کہوں گی کہ اسلام ایک عورت کو بہت اختیارات دے سکتا ہے، لیکن اختیار لینے سے پہلے ایک عورت کو علم سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہوگا۔ اگر ایک عورت یہ چاہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور اس کو عزت دی جائے تو ایک مسلمان ہونے کے ناطے اس کو اسلام اور اپنے دین کے حوالے سے کافی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ایک دفعہ آپ اپنے رب اور دین کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرلیں، اور اسلام کے بارے میں تمام معلومات کو جان لیں، تب آپ اسلام کے دیے ہوئے تمام اختیارات کا تقاضا کرسکتی ہیں۔ خود قرآن پاک عورتوں کے حقوق کے بارے میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن اس بات کا خواہاں اور منتظر ہے کہ عورتیں اس کا مطالعہ کریں تاکہ اپنے حقوق کے بارے میں جان سکیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ مسلم دنیا کے بعض علاقوں میں عورتوں کو دبا کر اور محکوم بنا کر رکھا جاتا ہے۔ اس معاملے کو حل کرنے کے لیے عورتوں کو خود آگے بڑھ کر علم حاصل کرنا چاہیے اور اس کی روشنی میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہییں۔ ہم لوگوں (یعنی غیر مسلموں) سے یہ توقع نہیں کرسکتے کہ وہ اسلام کو جان لیں گے۔ وہ نہیں جانیں گے جب تک ہم خود اسلام کے بارے میں نہیں جان لیتے۔

میرے لیے جو لوگ زیادہ پریشانی کا باعث بنتے ہیں، وہ ایسے سیکولر (مسلمان) لوگ ہیں جو خود اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن چند آیات پڑھ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب وہ اسلام کے حوالے سے کافی ماہر ہوگئے ہیں۔ میں تو ان خود ساختہ مسلمان عورتوں سے بہت عاجز ہوں جو مجھے یہ مشورے دیتی رہتی ہیں کہ مجھے حجاب نہیں پہننا چاہیے۔ جہاں تک حجاب کی بات ہے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں جاننے کے لیے، میں نے ۶ مہینے تک گہری تحقیق کی، ایک

ایک حدیث اور اس کے ذرائع دیکھے، پردے کے حوالے سے قرآن میں حوالے دیکھے، مسلم معاشرے میں تاریخی نقطۂ نگاہ سے پردے کی مثالیں تلاش کیں، مسلمان علما سے بحث کی، اہلِ علم سے بات کی، علم کے متلاشی طلبہ و طالبات سے تبادلۂ خیال کیا تو یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان عورت کے لیے پردہ لازمی ہے۔ اب نقاب کو پہننا ہے یا نہیں، یہ فیصلہ تو ہر عورت کو خود کرنا ہوگا۔ میں تو ان خواتین کی ذمہ داری لینے سے قاصر ہوں جو اس کو نہ پہننا چاہیں کیونکہ میں نے تو روز آخرت اللہ کو صرف اپنے بارے میں جواب دینا ہے، کسی اور کے بارے میں نہیں۔ اب اگر کوئی خود نہ پہننا چاہے، تو نہ پہنے مگر کم از کم میرے سر سے تو حجاب اتارنے کی کوشش نہ کرے۔

● آج کے دور میں مسلم خاندان کو کن کن چیلنجوں کا سامنا ہے اور اس دور جدید میں ان کا کس طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟

●● آج خاندان کا یہ ادارہ ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے اور یہ ہم سب کے لیے ایک چیلنج ہے۔ بچے آوارہ ہو رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ والدین خاص طور پر باپ اپنے بچوں کے بارے میں بھی اسی قدر فکرمند رہے جس قدر وہ اپنی بچیوں کی عفت کے لیے پریشان ہوتے ہیں۔ بچوں پر اعتماد کا عنصر بہت اہم ہے اور اس کا ہونا لازمی ہے۔ میں خود بھی ماں ہوں، اور میرے لیے یہ ایک خوفناک بات ہے کہ بچوں میں منشیات کے استعمال میں اضافہ ہو رہا ہے، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں جنسی بے راہ روی میں اضافہ ہو رہا ہے، شراب نوشی میں اضافہ اور تشدد کے رجحان میں حالیہ اضافہ ایک خوفناک حقیقت بنتی جا رہی ہے۔ آپ بچوں کو دنیا سے الگ تو نہیں کرسکتے۔ پس بہتر حل یہی ہے کہ ان کو اسلام کے بارے میں بتایا جائے اور اس کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ جب وہ باہر نکلیں گے تو محفوظ رہ سکیں گے۔ ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اپنی بچی کو محض اس لیے یونی ورسٹی نہ بھیجنا کہ آپ خوف زدہ ہیں یا ان کی عفت کے بارے میں پریشان ہیں، یہ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی بچی کو تعلیم کے حصول سے منع کردیں۔ بدقسمتی سے برطانیہ کے اندر اس وقت کئی ایسی مثالیں ہیں جن کا میں حل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہوں، جہاں پر والدین نہیں چاہتے کہ ان کی بچیاں یونی ورسٹی جائیں حالانکہ تعلیمی لحاظ سے وہ بہت اعلیٰ کارکردگی دکھا رہی ہیں۔ ان کے والدین خوف زدہ ہیں کہ اگر وہ ان کو گھر سے باہر نکلنے دیں گے تو وہ ایک

بڑے خطرے سے دوچار ہو جائیں گی، لیکن میں یہ بات کہہ چکی ہوں کہ ہمیں اپنی بچیوں پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اچھی شہرت رکھنے والی بہت ساری یونی ورسٹیاں ہیں، جو اسلام کے لیے قوت کا باعث بن سکتی ہیں جہاں پر اسلام کو چاہنے والے یا اسلام سے محبت کرنے والے لوگ اور طلبہ تنظیمیں موجود ہوتی ہیں، یہ بھی ایسے والدین کے لیے غنیمت ہیں کہ وہ اپنے بچوں پر اعتماد کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کے حوالے سے ان پر بھی اعتماد کریں۔

●آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد انسانیت کی وکالت کا علَم اٹھایا اور ان لوگوں کے لیے آواز اٹھائی جن کا کوئی پشتیبان نہیں تھا، آپ نے محمد بن قاسم کی طرح پاکستان کی بیٹی کی آواز پر لبیک کہا اور آج ڈاکٹر عافیہ صدیقی کامقدمہ پوری انسانیت کا مقدمہ بن چکا ہے۔ آج اس مظلوم عورت کا نام انسانیت کے مردہ ضمیر کو جھنجھوڑ رہا ہے- کیا آپ فاٹا اور قبائلی علاقوں کی ان خواتین کے لیے بھی آواز اٹھانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہیں جن کو امریکا کے ایما پر بم باری کا نشانہ بنا یا گیا اور اب وہ اپنے ملک کے اندر بے گھر ہوکر در بہ در ٹھوکریں کھا رہی ہیں؟

●● جی ہاں میں یہاں پر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا تذکرہ کرنا چاہوں گی، یہ عورت کمال کی عورت ہے، جس نے مشرق اور مغرب کو دیکھا، جس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ اعلیٰ یونی ورسٹی تک پہنچ گئی۔ اس نے بوسٹن یونی ورسٹی میں بھی تعلیم حاصل کی، ایک ایسی عورت جو خودمختار اور قوت والی تھی مگر اُسے 'دہشت گردی' کے خلاف اس جنگ میں بڑی بے دردی کے ساتھ گھسیٹا گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں دوسری مسلمان خواتین کو یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ ایک لمحے کے لیے بھی مت سوچنا کہ یہ سب کچھ آپ کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ دہشت گردی کے خلاف جاری یہ جنگ کس قدر خوفناک اور اہداف اور حدود کی قید سے آزاد ہے، جس میں صرف بے گناہ اور معصوموں کو لقمہ اجل بنایا جارہا ہے۔ اس کے بارے میں آپ سب کو اچھی طرح سے معلوم ہونا چاہیے۔

جہاں تک پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ہونے والے مظالم کا تعلق ہے، تو چند دن قبل کسی

نے مجھ سے پوچھا کہ پاکستان کے یہ طالبان کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو سب امریکا کا کیا دھرا ہے۔ اگر ہم ماضی کا جائزہ لیں تو ۲۰۰۴ء میں امریکا نے وزیرستان میں بم باری کی تھی جس کے نتیجے میں ۱۴ بے گناہ بچے اور خواتین لقمۂ اجل بن گئی تھیں۔ اگلے دن ان سب کا اجتماعی جنازہ تھا جس میں ہزاروں کی تعداد میں وزیرستان کے قبائل شریک تھے۔ امریکا نے اس جنازے پر بھی بم باری کی۔ بس یہی وہ دن تھا جب خون بہانے اور بے گناہوں پر تشدد کرنے کی اس پالیسی کے نتیجے میں پاکستان کے طالبان نے جنم لیا۔ اب باقاعدہ ایک سازش کے تحت امریکا ان علاقوں میں امن کے نام پر پاکستان کی فوج کو بہت ہی گھٹیا طریقے سے استعمال کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس طرح طاقت کے استعمال سے آپ ان علاقوں میں امن نہیں لا سکتے کیونکہ قبائلی علاقوں میں اگر کسی پر بندوق تان لی جاتی ہے تو وہ بندوق کی نالی دیکھ کر یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اب ہتھیار ڈال دینا چاہیے، کیونکہ جہاں تک بندوق کی زبان میں بات کرنے کی بات ہے، یہ ان لوگوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں، ان کو بندوق سے کبھی نہیں ڈرایا جا سکتا۔ قبائلی علاقوں میں رہنے والے ان لوگوں سے اپنی بات منوانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں، ان کو یہ احساس دلائیں کہ آپ ان کا احترام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو پیسے کے ذریعے نہیں خریدا جا سکتا۔ ان لوگوں کے لیے آج اپنی عزت ہی پیسہ بن گیا ہے۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ امریکا کی 'دہشت گردی' کے خلاف اس جنگ کے نتیجے میں آج ایک پاکستانی دوسرے پاکستانی کو مارنے پر تُلا ہوا ہے۔ یہ غلط ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

● ہم اسلام کا یہ پیغام دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ جیسے حق کے متلاشی ہزاروں لاکھوں نوجوان عورتوں اور مردوں تک کیسے پہنچا سکتے ہیں ، کہ وہ بھی حق کے ساتھی بن کر، آپ کی طرح کلمۂ حق بلند کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکیں ؟

●● اپنے آپ کو ہر وقت اسلام کا سفیر اور نمایندہ سمجھ کر۔ ہمیں ہر کام یہ بات پیشِ نظر رکھ کر کرنا چاہیے کہ دنیا ہمیں ایک مسلمان کے طور پر دیکھ رہی ہے، جانچ رہی ہے۔ کسی گلی سے گزرتے ہوئے اگر آپ کوڑا کرکٹ پھینکتے ہیں، تو یہ کسی زید یا بکر جیسے فرد کی غلطی نہیں کہلائے گی

بلکہ اس کو ایک مسلمان کا قصور سمجھا جائے گا۔ ہم سب کو ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد اسلام کا سفیر ہے اور لوگ ہمیں ہمارے کردار اور رویوں سے جانچیں گے۔ میری دو بہنیں ہیں۔ جب میں نے اسلام قبول کیا، ان میں سے ایک بہت خوف زدہ ہوئی۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے اس کو اس حقیقت کا سامنا کرنے میں کافی دقت محسوس ہو رہی تھی کہ میں اب اسلام قبول کر چکی ہوں۔ میری دوسری بہن ۲۰ سال تک ایک ایسے گھر میں رہ چکی تھی، جن کے ہمسائے بہت اچھے اور بہتر مسلمان تھے۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں اسلام لا چکی ہوں، تو کہنے لگی کوئی بات نہیں، میرے ہمسائے بھی تو مسلمان ہیں اور وہ بہت ہی اچھے لوگ ہے۔ یہی وہ اچھا احساس تھا جس کی وجہ سے اس کو میرے مسلمان ہونے کے باوجود کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا۔ اگر ہمارے بچوں کی اچھی تربیت ہوگی اور وہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے، تو دوسرے لوگ یہی کہیں گے کہ ان مسلمان بچوں کو دیکھیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اسلام اور مسلمان کی پہچان ایک ہو جائے، اچھے رویے، اچھا کردار، کامل شخصیت ہماری پہچان بن جائیں۔

● مسلمان نوجوانوں کے لیے آپ کا کیا پیغام ہے، بالخصوص ان نوجوانوں کے لیے جو مغرب کی پیروی کو کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں؟

●● میرا پیغام یہ ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے، اس پر فخر کریں۔ جو ترکہ آپ کو ملا ہے یہ بہت عظیم ہے۔ اللہ نے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیدا کر کے اسلام کی دولت سے نوازا۔ مجھ سے پوچھیں کہ اسلام کی یہ دولت مجھے کس قدر مشکل سے ملی۔ یاد رکھیں، یہ زندگی اور اس کی منزلیں تو گزر جانے والی ہیں۔ ہم تو صرف مسافر ہیں اور اس سفر کے اختتام پر ہم سب کو احتساب کے ایک مشکل مرحلے سے گزرنا ہے، جس میں اس سفر کے دوران ہر قدم کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نوجوانوں کے لیے اس زمین پر ۷۰، ۸۰ سال پوری زندگی کہلاتی ہے، مگر ابد کی وہ زندگی اس سے کہیں زیادہ لمبی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔ یاد رکھیں سب سے بہتر زندگی وہ ہے جو اللہ کی رسی کو پکڑ کر گزاری جائے۔